شیخ الحدیث مولانا عبدالحق مدظلہ کیساتھ ایک مجلس

ایک انٹرویو
۶ر مئی ۱۹۷۵ء

دینی مدارس کا

نصابِ تعلیم اور نظامِ تعلیم

پچھلے دنوں کراچی سے مولانا مدظلہ کے ایک نیاز مند جو ایک انگریزی پرچہ کے مدیر بھی ہیں اپنے ایک تحقیقی اور علمی کام کے سلسلہ میں مولانا مدظلہ سے دینی مدارس کے نصاب و نظام کے بارہ میں تبادلۂ خیال کرنے تشریف لائے۔ انہوں نے انٹرویو کی شکل میں کی گئی مولانا کے ساتھ گفتگو کو قلمبند فرمایا جسے ہم قارئین کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔

ادارہ

دینی مدارس کا نصابِ تعلیم | دینی مدارس کا نظامِ تعلیم درا صل دینیات کی تعلیم کا نظام ہے اس نظامِ تعلیم میں شریعت کی تعلیم دی جاتی ہے۔ شریعت جو کامل اور مکمل ہے۔ اس میں عبادات، معاملات، معاشرتی امور، سیاسیات، معاشیات، نکاح و طلاق کے مسائل، رعیت اور حاکم کے حقوق و فرائض، بیع و تجارت، اور مضاربت، میراث و وصیت کے مسائل، غرض زندگی کا ہر پہلو اور ہر مسئلہ شامل ہے۔ یہ نظامِ تعلیم جس مقصد کے لئے قائم کیا گیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ اسلامی احکامات اور قوانین کی تعلیم کو باقی اور جاری رکھا جائے۔ اسی لئے قرآن، حدیث اور فقہ کے علوم اس نظامِ تعلیم میں بنیادی حیثیت سے شامل کئے گئے۔ پھر قرآن اور حدیث سے احکامات اور قوانین مستنبط کرنے کے اصول وضع ہوئے۔ اور اس عمل نے باقاعدہ علم کی صورت اختیار کی۔ جو آگے اصولِ فقہ کے نام پر اس نظامِ تعلیم میں رائج کیا گیا۔ بعد ازاں جب دورِ عباسیہ میں یونانی فلسفہ عربی زبان میں منتقل ہوا تو اس فلسفے کے مختلف مسائل کو الٰہیات، طبعیات، منطق اور عنصریات کے عنوانات سے اس نظامِ تعلیم میں شامل کر لیا گیا۔ لیکن فلسفۂ یونان کے متعدد پہلو اسلامی عقائد سے متصادم اور متناقض تھے۔ چنانچہ علماءِ اسلام نے ان پہلوؤں کا ابطال کیا اور ان کے تنقیدی مطالعہ کو علمِ کلام کی صورت میں دینی تعلیم

میں شامل کر لیا گیا۔ فلسفہ اور منطق کی کتابیں کم و بیش اسی دور میں نصابِ تعلیم میں شامل کی گئیں۔ مقصد یہ تھا کہ ایسے فلسفیانہ نظریات کا تنقیدی مطالعہ کر کے ان کا ابطال کیا جائے جو اسلامی تعلیمات سے متعلق شکوک و شبہات پیدا کر سکتے تھے۔ علم کلام کی تشکیل اسی مقصد کو سامنے رکھ کر کی گئی۔

علاوہ ازیں چونکہ قرآن اور حدیث کو سمجھنے کے لئے عربی زبان، اس کے محاورات اور کمالات سے واقفیت ضروری تھی، اسی لئے عربی گرامر ——— صرف، نحو ——— کی تشکیل ہوئی۔ پھر قرآن کی فصاحت و بلاغت کو سمجھنے کے لئے، جو اپنی مثال آپ تھی، علم بیان و معانی کی تشکیل ہوتی تاکہ قرآن کی فصاحت و بلاغت کے لطیف پہلوؤں کا ذوق پیدا ہو سکے۔ اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ عربی گرامر اور علم بیان و معانی کا مطالعہ بھی بجائے خود کوئی مقصد نہ تھا۔ بلکہ ان علوم کی تعلیم کو قرآن و حدیث ہی کی خدمت کے لئے شامل کیا گیا تھا۔

دینی مدارس کی تعلیم کا مقصد | اس تعلیم کا بنیادی مقصد دین کا تحفظ اور اس کی اشاعت تھا۔ موجودہ دینی مدارس کا نصب العین بھی صرف یہی ہے کہ دینی تعلیمات کا تحفظ کیا جائے، اس سے زیادہ ان مدارس کی بساط بھی نہیں ہے۔ اصل کام جو موجودہ حالات میں ہمارے کرنے کا ہے وہ یہ ہے کہ جو دین بزرگوں سے ہم تک پہنچا ہے، وہی محفوظ رہے۔ اس سے آگے بڑھ کر کچھ اور کرنے کے لئے نہ ہمارے پاس وسائل ہیں اور نہ فنڈز ۔ کوئی معالی نصب العین مدارسِ دینیہ اس وقت اپنے سامنے رکھیں گے۔ جب حکومت بھی تعاون کرے گی اور اس کارِ خیر میں حصہ لے گی، لیکن حکومت کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو اس اعتماد کا اہل اور قابل ہی ثابت نہیں کرتی کہ وہ اس کام میں کوئی حصہ لے سکے۔

مدارسِ دینیہ کی تعلیم میں تبدیلی کی ضرورت اور گنجائش | میرے نزدیک اپنے مقصد اور نصب العین کے اعتبار سے اس نظامِ تعلیم میں کوئی ایسی کمی نہیں ہے، جسے دور کرنے کے لئے اس میں بنیادی تبدیلیاں کی جائیں۔ یہ حقیقت ہے کہ اس نظام نے اب تک جتنے افراد پیدا کئے ہیں۔ وہ علم و دانش کے لحاظ سے قابلِ رشک تھے۔ اگر اس نظامِ تعلیم میں کوئی کمی ہوتی تو یہ علماء اور فضلاء کیسے پیدا ہوتے۔؟ سبھی علماء و فقہاء اسی نظامِ تعلیم سے پڑھ کر نکلے ہیں۔

جہاں تک اس نظامِ تعلیم میں ترمیم و تبدیلی کا سوال ہے۔ تو شریعت کی کلیات میں تو کسی بھی ترمیم و تنسیخ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ ہم قرآن و حدیث کے کسی حصے کو تو حذف نہیں کر سکتے۔ اس کے لئے تو امکان صرف اسی وقت پیدا ہو سکتا ہے۔ جب ہم خدانخواستہ اسلام ہی کو چھوڑ دیں۔

صاف بات ہے کہ اگر کوئی شخص آج یہ کہتا ہے کہ موجودہ دور میں سود کی حرمت اور پانچ وقت کی نماز چلنے والی چیزیں نہیں ہیں۔ اور یہ کہ نماز پڑھنے سے دفتروں اور کارخانوں کے کام میں حرج ہوگا، تو ہم ان دلائل کی بناء پر نہ تو سود کو جائز قرار دے دیں گے اور نہ ہی نماز کو ساقط کر دیں گے۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

البتہ جہاں تک مدارس دینیہ میں پڑھائے جانے والے دیگر علوم کا تعلق ہے۔ مثلاً فلسفہ منطق اور کلام وغیرہ تو ان میں تبدیلی اور ترمیم و تنسیخ کی گنجائش موجود ہے۔ لیکن اس کی جو صورت ہمارے لئے قابلِ قبول ہوگی وہ یہ ہے کہ عالم اسلام کی تمام حکومتوں کی سرپرستی میں جدید علوم کے چیدہ چیدہ ماہرین پر مشتمل ایک بورڈ قائم کیا جائے۔ یہ بورڈ جدید علومِ فلسفہ، منطق، کلام اور علوم عمرانیات کا ایک خلاصہ تیار کرے۔ پھر دنیائے اسلام کے منتخب علماء مل کر ان جدید علوم کے ان پہلوؤں کا ابطال تیار کریں جو قرآن و سنّت کی تعلیمات سے متصادم ہوں، اس طرح جو مجموعے مرتب ہوں، انہیں دینی مدارس کے نصاب میں شامل کر لیا جائے۔ اس سلسلے میں حسب ذیل امور کو خاص طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

۱۔ تبدیل شدہ نصاب کو صرف اسی صورت میں درس نظامی میں شامل کیا جائے گا۔ جب اس کے لئے اجتماعی کوشش کی جائے گی۔ بیشک انفرادی سطح پر ہمارے ہاں بہت قیمتی کوششیں ہوئی ہیں۔ اور سوشلزم، سرمایہ داری اور اشتراکیت کی رد میں جو کتابیں اور رسائل لکھے گئے ہیں، ان سے ہمارے نوجوان طبقے نے استفادہ بھی کیا ہے۔ تاہم یہ ساری کوششیں چونکہ انفرادی تھیں۔ اس لئے انہیں مدارس دینیہ کے نظام تعلیم میں شامل نہیں کیا جا سکا۔

۲۔ تبدیل شدہ نصاب کے مجموعے مرتب کرنے وقت یہ بات پیش نظر رہنا ضروری ہے کہ مخالفینِ اسلام کے اقوال و نظریات ہی کو جمع کر کے نہ پڑھا دیا جائے۔ بلکہ ان کے ساتھ ساتھ قرآن و حدیث اور عقل کی روشنی میں ان کا رد اور ابطال بھی طلبہ کو پڑھایا جائے۔

۴۔ اس کام میں جدید علوم کے ماہرین اور علوم اسلامیہ کے ماہرین کا باہمی تعاون بے حد ضروری ہے۔

۵۔ تبدیل شدہ نصاب کے مجموعے عربی زبان میں مرتب کئے جائیں۔

علوم عمرانیات کا شامل ہونا بہت ضروری ہے۔ ہم خود چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے اور وسائل مہیا فرمائے تو ہم اپنے مدرسے میں علوم عمرانیات کو شامل کر لیں۔ لیکن اصل مسئلہ وسائل اور اساتذہ کا ہے۔

اس سلسلے میں خود طلبہ کا رویہ بھی سامنے رکھنا چاہیئے۔ طلبہ بھی نئے علوم نہیں پڑھنا چاہتے۔ وہ لکیر کے فقیر ہیں اور صرف پرانی کتابیں پڑھنا چاہتے ہیں۔ طلبہ جب چاہتے ہیں۔ ایک مدرسہ چھوڑ کر دوسرے مدرسے میں چلے جاتے ہیں۔

حکومت کی مداخلت | اگر حکومت دینی مدارس میں مداخلت کرنا چاہتی ہے تو اُسے چاہیئے کہ پہلے اپنے حسن نیت کا اعتبار اور ثبوت مہیم پہنچائے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اگر اُسے اصلاح کا اتنا ہی شوق ہے تو پہلے اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نظام تعلیم کی اصلاح کا کام کیوں نہیں کرتی۔؟ اس سے اُسے کون روک رہا ہے۔؟

دینی مدارس کے نظام تعلیم نے گذشتہ بارہ سو سال سے اسلام کو باقی رکھا ہے۔ سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب اگر اس کو بھی بدل دیا جائے۔ جبکہ اس کی جگہ لینے کے لئے کوئی دوسرا نظام بھی موجود نہیں ہے، تو کیا اس سے خطرناک نتائج پیدا نہ ہوں گے۔؟

درس نظامی میں قرآن وحدیث کا مطالعہ | آپ دیکھیں گے کہ مدارس دینیہ میں معادن علوم پانچ یا چھ سال میں پڑھائے جاتے ہیں۔ آخری دو سالوں میں قرآن وحدیث کی تعلیم دی جاتی ہے فلسفے کی بڑی اور غیر ضروری کتابیں حذف کر دی گئی ہیں۔ ہم بھی منطق اور فلسفہ کے حصے کم کر رہے ہیں۔ لیکن فلسفہ ومنطق کو بالکل ختم نہیں کیا جا سکتا۔ کیونکہ ان کی عدم موجودگی سے طلبہ کی علمی اور ذہنی صلاحیتوں میں ضعف پیدا ہونے کا امکان ہے۔

طریق تعلیم اور دورِ جدید کے مسائل | آپ کی یہ رائے درست ہے کہ حدیث کی تعلیم کے دوران اکثر مدارس میں اصولی مسائل پر کم اور فروعی، اختلافی مسائل پر بحث زیادہ ہوتی ہے۔ آج سے چھ سو برس پہلے کا جو دور گزرا ہے۔ آپس میں متعدد اختلافی بحثیں چھڑی ہوتی تھیں۔ ان اختلافی بحثوں کا اثر مدارس کی تعلیم پر بھی پڑا ہے۔ مجھے آپ کی اس بات سے اتفاق ہے کہ قرآن وحدیث کی تعلیم کے دوران اساتذہ کو موجودہ دور کے مسائل کو زیر بحث لانا چاہیئے۔ جب تک کہ مذکورہ بالا تجویز کے مطابق کوئی مستقل نصاب نظریات باطلہ کی رد کے لئے رائج نہیں ہوتا۔ اس وقت تک نظام تعلیم میں فروعی اختلافی مسائل سے توجہ ہٹا کر اصولی مسائل پر توجہ دی جائے۔ عالم اسلام کے مسائل، حالیہ دور کے حالات وکوائف اور معاشرتی اور اقتصادی امور بھی زیر بحث لائے جائیں تاکہ طلبہ میں دورِ جدید کے مسائل کا فہم اور شعور پیدا ہو سکے۔

دراصل درس نظامی کا مقصد ہی یہی ہے کہ طلبہ میں مطالعے کی ابتداء کرا دی جائے اور ان میں مطالعہ

تحقیق کا ذوق پیدا کر دیا جائے۔ درسِ نظامی سے فارغ ہونے والا طالب علم عالم نہیں بن جاتا جسطرح منطق پہ دو تین کتابیں پڑھ کر کوئی شخص منطقی نہیں بن جاتا۔ درسِ نظامی تو طلبہ میں اس بات کی استعداد پیدا کرتا ہے۔ کہ وہ مزید مطالعہ و تحقیق کے قابل ہو سکیں۔ لیکن دیکھا گیا ہے کہ طلبہ میں مطالعے کے ذوق کی کمی ہے۔ اور مطالعے سے گھبراتے ہیں۔

مدارسِ دینیہ میں پیشہ ورانہ تربیت | پہلی بات تو یہ ہے کہ اس تعلیم کا مقصد معاش کمانا ہے ہی نہیں۔ ہمارے ہاں تصور یہ ہے کہ دین کو سیکھیں، اس پہ عمل کریں اور اس کی اشاعت کریں نہ یہ کہ اس سے معاش کمانے کی کوشش کریں۔

تاہم آپ کی یہ بات درست ہے کہ موجودہ دور میں پیشہ ورانہ تربیت کی بھی ضرورت ہے۔ دراصل پرانے زمانے میں توکل اور قناعت بہت تھی۔ علماء مساجد اور مدارس میں بغیر معاوضہ یا تنخواہ لئے دین کی خدمت کرتے تھے، جوار کی سوکھی روٹی پر بھی خوش تھے۔ اب اس دور میں یہ جذبہ ناپید ہو رہا ہے۔ اب ضروری ہے کہ مدارسِ دینیہ کے طلبہ کو کچھ ایسے فنون سکھا دئے جائیں جن سے وہ آزادانہ طور پر اپنی روزی کما سکیں۔ ان فنون میں طب، خوشنویسی، درزی کا کام، جلدبندی وغیرہ کا کام وغیرہ شامل کئے جا سکتے ہیں۔

اس سلسلے میں میرا عملی تجربہ یہ رہا ہے کہ جن لوگوں نے کوئی اور کام سیکھا ہے، وہ پھر اُسی کام کے ہی ہو کر رہ گئے ہیں۔ حتیٰ کہ اسکولوں اور کالجوں میں عربی اور اسلامیات پڑھانے پر بھی جو لوگ مامور ہوتے ہیں، ان کا عالم بھی یہ ہے کہ اپنی تین تین چار چار سو روپے کی تنخواہوں میں مگن ہو کر دین کو بھول چکے ہیں۔

اسکولوں، کالجوں میں دینی تعلیم | حکومتی نظام کے تحت جو تعلیمی ادارے چل رہے ہیں۔ ان میں صدق دل سے دین کی خدمت نہیں ہو رہی۔ ظاہر ہے کہ تین چار سورتوں کو یاد کر کے یا ان کا ترجمہ پڑھ کر دینی تعلیم کے سارے تقاضے پورے نہیں ہو سکتے اس کے لئے علوم اسلامیہ سے کلی آگاہی ضروری ہے۔ کالجوں میں زیادہ سے زیادہ بچوں کو یہ معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ وہ مسلمان ہیں۔ اور یہ کہ نماز وغیرہ کیسے پڑھی جاتی ہے۔ لیکن اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہم اسلام کی بنیاد پر امریکہ، روس اور چین کے باطل نظریات کا مقابلہ کر سکیں تو اس کے لئے یہ بات کافی نہیں ہو گی، اس کے لئے علوم اسلامیہ کا گہرا مطالعہ کرنا ہو گا۔

اجتہاد کی ضرورت، گنجائش | اجتہاد کا مسئلہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ اگر اجتہاد کی کھلی

اجازت دے دی جائے۔ تو پھر آپ کو ہر گلی اور ہر محلّے میں دس دس بیس بیس مجتہد ملیں گے، نتیجہ یہ ہوگا کہ اسلامی احکام و شریعت کے متعلق تصادم و انتشار کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

یہ جو ہمارے اکابر نے کہا ہے کہ اجتہاد کا سلسلہ بند ہو چکا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب انفرادی رائے نہیں دی جائے گی۔

اب جو مسائل پہلے زمانے میں پیش آ چکے ہیں اور قرآن و حدیث میں ان کے متعلق فیصلہ دیا جا چکا ہے تو ان میں اجتہاد کی قطعاً گنجائش نہیں ہے۔ اصل مسئلہ یہ ہے کہ جو نئے مسائل پیدا ہوتے ہیں انہیں کسی قاعدہ اور اصول کے تحت حل کیا جائے۔؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اجتہاد کی شرائط کو کماحقہٗ پورا کرکے ان مسائل پر اجتہاد کیا جا سکتا ہے۔ بہتر صورت یہ ہو گی کہ چیدہ چیدہ علماء مل کر بیٹھیں اور زیرِ بحث مسئلے کے مالہٗ و ماعلیہ پر غور کرکے کسی متفقہ فیصلے پر پہنچیں۔ اس اجتماعی کوشش میں یقیناً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی شامل ہوگی۔

روح المعانی اور مرقات

تفسیر روح المعانی عربی از علامہ آلوسی بغدادیؒ کامل ۱۵ جلد (۳۰ پارے)

رعائتی ہدیہ غیر مجلد { کاغذ امپیشن آرٹ۔ طباعت عکس مصری ۵۳۰/۔۔ روپے
کاغذ سفید گلیز 〃 〃 〃 ۳۷۵/۔۔ 〃

مرقات شرح مشکوٰۃ عربی از ملا علی قاریؒ کامل ۱۱ جلد۔

کاغذ امپیشن آرٹ، طباعت جدید ٹائپ۔ رعائتی ہدیہ غیر مجلد ۷۰۰/۔۔ روپے

نوٹ:۔ اگر روح المعانی اور مرقات مجلد پشتہ چرم درکار ہو تو فی جلد ۷/۔۔ روپے مزید شامل فرمادیں۔ خرچہ خریدار کے ذمہ ہوگا۔

آرڈر میں کاغذ، مجلد و غیر مجلد کی وضاحت اور ایک سو روپیہ پیشگی آنا ضروری ہے۔

مکتبہ امدادیہ ٹی بی ہسپتال روڈ ـــــ ملتان شہر